خاندانِ نبوتؐ کی خواتین اور کربلا کی شہزادی

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

صبر و شجاعت کی بے مثل راہنما

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

CS CamScanner

خاندانِ نبوت ﷺ کی خواتین اور کربلا کی شہزادی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

صبر وشجاعت کی بے مثل رہنما

مرتب

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

البدر پبلی کیشنز

32-فرسٹ فلور ہادیہ حلیمہ سنٹر، اردو بازار لاہور

فون: 042-37225030-37245030

0333-4173066-0300-4745729

CamScanner

نام کتاب : حضرت زینب رضی اللہ عنہا
''صبر وشجاعت کی بے مثل رہنما''
مصنفہ : ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی
ناشر : علی سعید
اشاعت : فروری 2021ء
مطبع : علی اعجاز پرنٹرز لاہور
ہدیہ :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواتین کا عالمی دن

یہ آٹھ مارچ 1907ء ہے۔ نیو یارک میں لباس سازی کی صنعت سے وابستہ سینکڑوں کارکن خواتین نے مردوں کے مساوی حقوق اور بہتر حالات کار کے لیے زبردست مظاہرہ کیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ دس گھنٹے محنت کے عوض معقول تنخواہیں دی جائیں۔ ان کے اس احتجاج پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ ٹھیک ایک سال بعد ۸ مارچ 1908 کو پھر یہ خواتین سڑکوں پر نکل آئیں اور بچوں کے جبری مشقت کے خلاف اور انتخابات میں خواتین کے ووٹ کے حق میں پھر مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرے پر بھی حکومتی مشینری نے پولیس کے ذریعے تشدد کیا، گھڑ سوار پولیس نے سڑکوں پر خواتین کو زدوکوب کیا۔ بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور جیلوں میں بند کر دیا۔ 1909 میں یہ طے پایا کہ ہر سال فروری کے آخری اتوار کو خواتین کے عالمی دن کے طور پر منایا جائے گا۔ 1910 میں کوپن ہیگن میں سوشلسٹ انٹرنیشنل کے اجلاس میں ۱۷ ممالک سے تعلق رکھنے والی ایک سو خواتین نے شرکت کی۔ 1911 میں ۱۹ مارچ کو خواتین کا عالمی دن یورپ میں جوش و خروش سے منایا گیا۔ 1913 اور 1914 میں جنگِ عظیم کی وجہ سے خواتین کے اس دن پر کوئی بہت توجہ نہ رہی کہ جنگ کے بادل گھرے ہو چکے تھے۔

فروری 1917ء میں روس میں خواتین نے اپنے حقوق کے لیے زبردست احتجاج کیا اور ۲۳ فروری کو ووٹ کا حق حاصل کیا۔ 1939 سے 1945 تک دوسری جنگِ عظیم برپا رہی۔ 1957 میں چین نے خواتین کا عالمی دن منانے کا اعلان کیا۔ 1977 میں اقوامِ متحدہ نے قرارداد پاس کر کے خواتین کے عالمی دن کو منانے کا اعلان کیا اور تب سے دنیا میں ۸ مارچ خواتین کے عالمی دن کے طور پر منایا جا رہا ہے۔

مسلمان ملکوں میں عورت کے حقوق کے حصول کی جدوجہد جاری رہی ہے مگر چونکہ امتِ مسلمہ کے زوال کے اس دور میں کہ جب زمانہ اسلام کی برکات سے مستفید نہیں ہو رہا اور مسلمان عورت تہذیبوں کی کشمکش میں ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں ایک طرف جدید تہذیب آندھی اور طوفان کی طرح اُس سے نسوانیت کا غرور، حیا کا چلن، عورت پن اور ممتا سب کچھ چھین لینے کے درپے ہے تو دوسری طرف جاہلانہ رسوم و رواج اسے وہ بنیادی حقوق بھی نہیں دے رہے جو عورت کا حق ہے اور جن غلط رسوم و رواج کی زنجیروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نجات عطا کی تھی۔ اسی لیے موجودہ دور عورت کے لیے بے چینی، اضطراب اور پریشانی لے کر آ رہا ہے۔ انسانی زندگی کے بارے میں ہر پل رویے تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ صدیوں پرانا خاندان کا مستحکم ادارہ اور اس میں عورت کا مقام

کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بچے اپنی ماؤں سے وقت نہ ملنے کے سبب عدم تحفظ کا شکار ہو رہے ہیں خاندان کی تباہی کے منفی اثرات نسلِ نو پر مرتب ہو رہے ہیں۔عورت کو آزادی، مساوات اور ترقی کے نام پر دھوکہ دے کر اور ان خوشنما نعروں کی آڑ میں محبت اور حفاظت کے حصاروں سے باہر دھکیل کر تنہائی کے عذابوں اور معاش کے گردابوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر حقوق نسواں کے لیے کی جانے والی کوششوں اور ان کے اثرات پر بحث کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کے اثرات صرف مغربی عورت تک محدود نہیں رہے بلکہ مشرقی اور مسلمان عورت بھی اس کی زد میں آ چکی ہے۔اس تبدیلی اور چیلنج سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایک مسلمان عورت کا کردار کیا ہونا چاہیئے؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب پانے کی کوشش ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

اس سوال کے جواب میں سوچ و بچار کی گئی کہ پوری دنیا میں اُمتِ مسلمہ کی تاریخ کے روشن کرداروں سے، خصوصاً اُمہات المومنینؓ اور خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روشن میناروں سے آج کی نوجوان نسل بالکل ناواقف ہے۔ان کو اگر کوئی معلومات ملتی بھی ہیں تو ان کو اپنے لیے مثال بنانا اور انہیں آج کے دور پر منطبق کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔اس لیے ایک مشاورت میں طے ہوا کہ ہر سال عالمی یومِ خواتین پر تاریخ اسلام کی روشن قندیلوں سے آج کی نسل کو واقف کرانے کے لیے ان کے روشن کرداروں کو عنوان بنایا جائے گا۔ہم پچھلے سالوں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور خاندان نبوت کی دیگر خواتین کو عنوان بنا چکے ہیں۔

عورت کے عالمی دن کے موقع پر اس سال حضرت زینبؓ بنتِ علیؓ جو خاتون کربلا کا لقب حاصل کر چکی ہیں، کو بطورِ نمونہ عمل پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، تاکہ آج کی عورت اُن خوبیوں سے اپنے کردار کو منور کر سکے جو ان عظیم الشان ہستیوں کو زندۂ و جاوید بنا چکی ہیں۔عورت کی ترقی کا راز ، خاندان کے ادارہ کے لیے، ان روشن چراغوں کی سیرت پر عمل کرنے میں پنہاں ہے۔

اُمید ہے کہ ان کے عمل کی یہ روشنی ہماری آنے والی نسلوں کے لیے بھی آفتابِ تازہ کی کرنوں کی مانند روشنی اور توانائی کا ذریعہ بنے گی۔اُمت کے درماندہ قافلے ان سے رہنمائی لیتے ہوئے منزل کی جانب آگے بڑھیں گے۔

دعاؤں کی طالبہ:

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

شیرِ خدا کی شیر دل بیٹی

سارے مرد، سارے بڑے، سارے بہادر شہید کردیئے گئے۔ اب قافلے میں بچے تھے یا پریشان حال عورتیں تھیں۔ یہ قافلہ جو کوفہ والوں کی دعوت پر اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اپنے حسینؑ کی قیادت میں روانہ ہوا تھا، کربلا میں تہہ تیغ کردیا گیا تھا، سردار سے محروم کردیا گیا تھا، سنبھالنے اور رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں تھا، چاروں طرف خوف تھا، تاریکی تھی، جبر کی آندھی تھی، ظلم کا طوفان تھا اور موت کا سکوت تھا۔ ایسے میں لٹے قافلے کی وہ شہسوار اٹھی اور قیادت کا پرچم ہاتھ میں تھام لیا۔

جب بڑی بڑی معتبر زبانیں گنگ ہو چکی تھیں، یزید اور ابن زیاد کا ظلم سر چڑھ کر بول رہا تھا، جھوٹ اور فریب کا عفریت سب کچھ اپنی گرفت میں لے چکا تھا اور کوفہ کی گلیوں میں خوشی کے شادیانے بجائے جارہے تھے، نقارچی اعلان کررہے تھے کہ کوفہ پر حملہ آور ہونے والی خارجیوں کی جماعت قتل کردی گئی ہے۔ حملہ ناکام بنادیا گیا ہے اور اب ان کے اہلخانہ کو لایا جارہا ہے اور جب چشم فلک یہ منظر دیکھ کر رو پڑا تھا کہ خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیبیاں کوفہ کی گلیوں میں گھمائی جارہی تھیں۔ انہیں ۵۶ میل کا طویل فاصلہ پیدل طے کروا کر لایا گیا ہے۔ ایسے میں حنانہ کی مسجد میں جب شہیدوں کے سروں کی طرف اشارہ کرکے ملعون ابن زیاد بولا:

دیکھو میں نے ان کا کیا حشر کردیا، اب کوئی ان کا نام لینے والا نہ ہوگا۔

تب اس خوب و دہشت کے ہولناک لمحے وہ بارعب اور باوقار آواز گونجی۔ وہ خوف سے پاک اور لرزش سے محروم آواز، کٹی گردنوں کو سامنے دیکھنے کے باوجود بس اللہ کے خوف میں ڈوبی آواز، ابن زیاد ذرا باہر سے آتی اذان کی آواز سنو، اس میں میرے آبا وَاجداد کا نام لیا جارہا ہے اور قیامت تک لیا جاتا رہے گا جبکہ تمہیں اور تمہارے بڑوں کو کوئی جاننے والا تک نہ ہوگا۔ یہ آواز تھی حضرت زینبؓ کی آواز، جن کا دل اللہ کے سوا ہر خوف سے خالی تھا۔ بے نیاز، بہادر، جرأت مند اور پاکیزہ۔

آج بھی چاروں طرف کرب و بلا کا دور دورہ ہے۔ حضرت زینبؓ کی پکار آج کے دور کے کرب و بلا کو سر کرنے کا پیغام ہے۔ وہی جرأت، وہی عزم، وہی شجاعت اور باطل کے سامنے سر نہ جھکانا، حضرت زینبؓ کا دیا ہوا وہ سبق ہے جو قیامت تک ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

مبارک ترین گھرانہ

سیدہ زینب کبریٰؓ نے زمین کے مبارک ترین گھرانے میں پرورش پائی، نانا رحمۃ اللعلمین ﷺ، نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، اولین اُم المؤمنین اور اولین مسلمان، والد اللہ کی تلوار علی حیدر کرارؓ، والدہ سیّد النساء، جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزاہراؓ تھیں۔ ان کے بھائی جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسنؓ، حسینؓ شہید کربلا تھے تو چچا محبوب رسول ﷺ سیّدنا جعفر طیارؓ شہید موتہ تھے۔ حضرت زینبؓ مستند روایات کے مطابق جمادی الاولیٰ ۵ ہجری میں پیدا ہوئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے، تین دن بعد تشریف لائے۔ بچی کو گود میں لیا تو ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو مبارک گرنے لگے کہ یہ شبیہ خدیجہؓ ہے اور یہ زین اب یعنی باپ کی زینت ہے۔ انہوں نے اس خوبصورت گھرانے کی روایات کے ساتھ ہی پرورش پائی۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق اقبال فرماتے ہیں کہ:

آن ادب پروردہ صبر و رضا　　　آسیا گردان ولب قرآن سرا

(آپؓ نے صبر ورضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی، ہاتھ چکی پیتے اور لبوں پر قرآن کی تلاوت ہوتی تھی۔)

وہ چکی پیتے وقت قرآن کی تلاوت کر رہی ہوتی تھیں۔ یہی آداب اپنی ہونہار بیٹی کو بھی سکھائے۔ تلاوت کرتے وقت ایک دن سر سے اوڑھنی ڈھلک گئی، حضرت فاطمہؓ نے توجہ دلائی کہ بیٹا اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھتے۔ ایک دن بچوں کی آپس میں لڑائی ہوگئی تو اماں فاطمہؓ نے سرزنش کی کہ اللہ لڑنے والوں سے ناراض ہو جاتا ہے، تو بچوں نے فوراً صلح کر لی اور عہد کیا کہ آئندہ نہیں لڑیں گے۔ امی نے خوش ہو کر گلے لگایا۔

پیارے نانا جان کی جدائی

حضور نبی کریمؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کو کہا کہ بچوں کو بلاؤ۔ اپنے شفیق نانا کو دیکھ کر بچے رونے لگے۔ حضرت زینبؓ نے سینہ مبارک پر سر رکھا اور سسک پڑیں۔ آپ ﷺ نے ان کا ماتھا چوما اور دلاسا دیا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت زینبؓ چھ سال کی تھیں اور صرف چھ ماہ کے بعد شفیق ماں کی شفقت سے بھی محروم ہوگئیں۔ ان پے در پے صدمات کی وجہ سے ننھی زینبؓ بہت غمگین رہنے لگیں۔ حضرت علیؓ نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود سنبھالی اور جب معلم ''شیر خدا اور علم کا دروازہ'' ہو، تو شاگردوں کی خوش بختی کا کیا ٹھکانہ۔ چنانچہ قلیل عرصہ میں اپنے بچوں کے سینے علم و حکمت کے موتیوں سے بھر دیئے۔

CS CamScanner

آگہی اور شعور کی منزلیں

حیدر کرارؓ شعلہ بیان خطیب تھے۔ وہ اپنے خطبات میں فصاحت اور بلاغت کے دریا بہادیتے تھے۔ حضرت زینبؓ کو یہی فصاحت اور بلاغت ورثے میں نصیب ہوئی تھی۔ تاریخ میں حضرت زینبؓ کے یہ خطبات محفوظ ہوئے ہیں اور انہیں پڑھ کر ہر آنکھ اشکبار ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنا علم حتی الامکان حد تک حضرت زینبؓ کے قلب میں انڈیل دیا تھا۔ وہ کوفہ میں قیام پذیر تھیں اور خواتین ان کے حلقہ درس میں علم کے موتی چنتی تھیں۔ ایک دفعہ وہ چند عورتوں کو سورہ مریم سے کھیعص کی تفسیر بیان فرمارہی تھیں کہ شیر خداؓ تشریف لے آئے اور غور سے اپنے جگر گوشے کا درس سنتے رہے۔ اختتام پر اپنے سینے سے لگایا اور کہا کہ تمہارا اتنی عمدگی سے کلام الٰہی کی تفسیر کو بیان کرنے سے میرا دل خوشی سے بھر گیا ہے۔ اپنے اس والد سے تعلیم پا کر، جسے سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کا دروازہ قرار دیا تھا، حضرت زینب الکبریٰؓ علم و آگہی اور شعور کی منزلیں طے کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ لوگ ان کو ثانی زہرا پکارنے لگے کہ وہ عقل فراست، حق گوئی و جرأت، زہد و تقویٰ، عفت و عظمت اور شب زندہ داری میں اپنی جلیل القدر امی حضرت فاطمہ الزاہراؓ کی طرح ہوگئی تھیں۔ حضرت زینبؓ اُمت کی بیٹیوں کے لیے علم و فضل کا مینارہ نور بن گئی ہیں۔ آگہی و شعور کی منزلوں کی طرف گامزن رہنا حضرت زینبؓ کا اسوہ ہے۔ علم و حکمت کے موتیوں سے دامن بھرنا اور تعلیم و تربیت کی دولت سے مالا مال رہنا اُن کا سبق ہے۔

میں ثانی زہراؓ ہوں

جمادی الاولیٰ ۵ ہجری میں خاندان نبوت کے ہاں ایک شہزادی نے جنم لیا جسے زینب یعنی باپ کی زینت کا نام دونوں جہانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔ ان کی کنیت اُم الحسن یا بروایت دیگر اُم کلثوم تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد ان کی کنیت اُم المصائب بھی مشہور ہوگئی۔ ان کے چند مشہور القاب یہ ہیں:

ثانی زہرا، شریکۃ الحسین، ولیۃ اللہ، خاتون کربلا، اُم المصائب، راضیۃ بالقدر والقضاء، فہیمہ، فصیحہ، ناموس الکبریٰ، صدیقۃ الصغریٰ، عالمہ غیر معلمہ، زاہدہ، فاضلہ، عابدہ، امینۃ اللہ، قرۃ عین المرتضیٰ، شجاعۃ بلیغہ۔

دراز قد اور بہت خوبصورت تھیں۔ چہرہ مبارک میں اپنے عظیم نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلال اور چال ڈھال اور طور اطوار میں حیدرؓ کا وقار لیے ہوئے تھیں۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ علم و فضل کے مرتبے میں کوئی بھی قریش کی لڑکی اس شہزادی کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔

حضرت زینبؓ کے بہت زیادہ رشتے آتے تھے مگر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے تمام رشتوں کو واپس کر کے حضرت جعفر طیارؓ کے بیٹے عبداللہ سے حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا جن کی پرورش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی۔ وہ صورت اور سیرت میں بے مثال تھے۔ تجارت میں بہت ماہر تھے اور متمول لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔

CS CamScanner

مہر کی رقم میں مورخین کا اختلاف ہے ایک روایت میں ۴۸۰ درہم اور ایک میں ۴۰،۰۰۰ درہم بیان کیا گیا ہے۔شادی کے بعد ایک مثالی جوڑے کی طرح حضرت زینبؓ اور حضرت عبداللہ نے ایک دوسرے کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور بہت خوشگوار زندگی گزاری۔حضرت عبداللہؓ فرماتے تھے کہ زینبؓ بہترین گھر والی ہیں۔

دونوں فیاض اور فراخ دل کے مالک تھے اور کبھی کبھی غیر مستحق لوگ بھی ان کی کشادہ دلی سے فائدہ اُٹھاتے تھے،ایک دن امام حسینؓ نے اُنھیں ٹوکا تو فرمایا کہ ''عزیز بھائی، سائل کو دیکھ کے بے چین ہو جاتا ہوں اور جب اللہ کے بندوں میں اس کا مال تقسیم کر دیتا ہوں تو مطمئن ہو جاتا ہوں'' ۔آج کی نئی نسل کے لیے حضرت زینبؓ نے یہ پیغام دیا کہ دولت کی ریل پیل ہو، شوہر بہت زیادہ آسائش اور سہولت فراہم کر رہا ہو یا تنگی وعسرت ہو،تمام حالات میں تکبر،غرور اور ناشکری کو قریب بھی نہ پھٹکنے دینا اور صبر وقناعت سادگی اور شکرگزاری کے رویوں سے اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہے۔

صدمات کا آغاز

رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو ایک شقی القلب خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا اور اپنی زہر آلود تلوار کے بھرپور وار کر کے انھیں شدید زخمی کر دیا۔مسلمانوں نے ابن ملجم کو گرفتار کر لیا اور حضرت زینبؓ نے انھیں دیکھا تو زخمی شیرنی کی طرح بپھر اٹھیں اور کہا کہ اللہ کے دشمن! تو نے امیر المؤمنین کو زخمی کر ڈالا۔ابن ملجم نے طنز سے جواب دیا کہ تمہارے باپ کو! حضرت زینبؓ نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ان کا مددگار ہے، تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ابن ملجم نے شقاوت سے کہا کہ پھر تم کیوں فریاد کرتی ہو؟؟ میں نے اپنی تلوار کو زہر پلایا ہے۔

اسی زخم سے حضرت علیؓ دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت زینبؓ پر ایک کوہ گراں ٹوٹ پڑا،لیکن یہ تو ابھی صدمات کا آغاز تھا۔۴۹ھ یا ۵۰ھ میں انھیں اپنے بڑے بھائی کی شہادت کا غم سہنا پڑا،اس وقت وہ مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔

کرب وبلا کی جانب

ایک روایت میں ہے کہ نو اور دس محرم کی درمیانی شب حضرت امام حسینؓ نے کچھ درد انگیز اشعار پڑھے تو حضرت زینبؓ پر رقت طاری ہوگئی اور کہنے لگیں:

'' کاش میں آج کا دن دیکھنے کے لیے زندہ نہ ہوتی، ہائے میرے نانا ﷺ، میرے باپؓ، میری ماں، میرے بھائی حسنؓ سمیت سب ہم سے رخصت ہو گئے۔اے پیارے بھائی! آپ ہی ہماری آخری امیدوں کا سہارا ہیں۔ہم آپ کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے۔''

یہ سن کر امام حسینؓ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے:

''اللہ باقی ہے اور سب کی سب کائنات فانی ہے۔ اللہ تسکین دینے کا آخری سہارا ہے۔ ہمارے نانا خیر الخلائق ہیں۔ ان کی زندگی نمونہ کاملہ ہے۔ تم ان کے اسوہ پر عمل کرنا۔ اگر میں راہ حق میں کام آ جاؤں تو میرے غم میں نہ بین کرنا، نہ چہروں کو نوچنا، نہ گریبان پھاڑنا''۔

کربلا کی تاریک آخری شب کو جب سب نوجوان ایک ایک کر کے قربان ہو گئے تو اہل خانہ حسین رضی اللہ عنہ کی باری آئی اور جب عزیز از جان بھتیجے کی لاش کو دیکھا تو خون آلود نعش سے چمٹ کر بیٹھ گئیں۔ جب سب جوان ایک ایک کر کے شہید ہو گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے نوخیز فرزندوں کو مقتل میں بھیجا۔ عون رضی اللہ عنہ و محمد رضی اللہ عنہ اس شان سے لڑے کہ قبیلے کا سر فخر سے اونچا کر دیا۔

شاہ است حسین رضی اللہ عنہ، بادشاہ است حسین رضی اللہ عنہ

واقعہ کربلا پر مؤرخین تبصرہ کرتے ہیں کہ شہادت دو طرح کی ہوتی ہے: ایک اپنے جسم کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا اور دوسرے اپنی زبان کو اللہ کے راستے میں شہادتِ حق کے فریضے میں کھپا دینا۔ خاندانِ نبوت نے ان دونوں لحاظ سے رہتی دنیا تک اپنا نام امر کر دیا۔

محققین کہتے ہیں کہ اگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہ ہوتیں تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اتنی بڑی قربانی دنیا کی نظروں سے اوجھل رہتی۔ جنت کے نوجوانوں کے سردار اور قافلہ شہداء کے سالار عشق امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے حق کو ہمیشہ کے لئے سربلند کر دیا۔ اور شیر خدا کی شیر دل بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خطبات، اپنی جرأت و اظہار کے طریقوں سے اس واقعہ کو دنیا میں امر کر دیا۔ عون رضی اللہ عنہ و محمد رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خانوادہ نبوت کے نوجوان ایک ایک کر کے مقتل کی طرف گئے اور واپس نہ آئے۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بے بس اور اکیلے رہ گئے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور لڑنے کے قابل نہ تھے، ان کو اور تمام قافلے کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سپرد کر کے میدان کی طرف بڑھے۔ انتہائی رنج و غم کی حالت میں تھے، کتنے گھنٹوں سے پیاسے تھے، اپنے نوجوان لاشوں کی وجہ سے دل فگار تھے، مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کی تلوار کا خون رگوں میں تھا۔ انتہائی بہادری سے لڑے اور آخری وقت میں فرمایا کہ ''اے اللہ! تجھ سے فریاد کرتا ہوں، تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔۔۔''۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ دل کو چیر دینے والا منظر دیکھا تو بے تاب ہو گئیں اور شامی فوج کے سردار عمر بن سعد رضی اللہ عنہ کو پکارا: ''اے عمر بن سعد رضی اللہ عنہ، کیا قیامت ہے کہ ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ قتل کیے جا رہے ہیں اور تم تماشا دیکھ رہے ہو''۔ وہ فرطِ ندامت سے رونے لگا مگر اس کی قسمت میں یہ ظلم لکھا ہوا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے ماں جائے کی لاش کو مقتل میں خاک و خون میں غلطاں دیکھا۔ شامی فوج کے بدبختوں نے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے سب شہداء کو روند ڈالا اور پھر خیموں کا رخ کیا۔ ایک بدبخت نے چاہا کہ بیمار جوان حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر ڈالیں مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے شجاعت کی داستان رقم کی اور ڈھال بن کر کھڑی ہو گئیں کہ:

''میرے ہوتے ہوئے کوئی اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا''

انکی شجاعت اور دلیری کی وجہ سے کوئی ان خیموں میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ تاریخ کے اوراق میں کسی خاتون کی اتنی جرأت اور بہادری کی داستان رقم نہیں ہو سکی۔

شام غریباں اور زینبؓ کا کردار

حضرت امام حسینؓ نے کربلا کے آخری معرکے میں جانے سے پہلے اپنی عزیز بہن کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

''زینبؓ صبر کرنا، اللہ سے سکون طلب کرنا، سب دنیا فانی ہے سوائے اللہ رب العالمین کی حیی وقیوم ذات کے، اپنے مہربان ناناؐ کی سیرت ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے، اسی کی پیروی کرنا، تمہیں اللہ کی امان میں دیتا ہوں۔ پیاری بہن اگر میں اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جاؤں تو میرے ماتم میں نہ گریبان پھاڑنا، نہ چہرے کو نوچنا اور نہ بین کرنا۔''

حضرت زینبؓ نے اپنے عظیم بھائی کے قافلے کے نوجوانوں کو بے گوروکفن دیکھا تو فرطِ الم سے نڈھال ہو گئیں مگر تاریخ ان خونچکاں واقعات میں اُن کے یہ الفاظ رقم کرتی ہے کہ:

''اے میرے عظیم نانا صلی اللہ علیہ وسلم آکر دیکھیں کہ آپ کے حسینؓ کو اس کربلا کے میدان میں کیسے تہہ تیغ کر دیا گیا ہے، اس کا جسم پارہ پارہ کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچیاں پابند سلاسل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو قتل کر کے گرم ریگ زار میں پھینک دیا گیا ہے، خاک وخون میں غلطاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو قیدی بنا کر ہنکایا جا رہا ہے۔''

آپ کے یہ الفاظ سن کر تمام مجمع بلند آواز میں رونے لگ گیا۔ جب یہ لٹا پٹا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس بے بس قافلے کو دیکھ کر لوگ گریہ کرنے لگے تو حیدر کرارؓ کی بیٹی کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور شیرنی کی طرح گرج کر کہا:

''لوگو اپنی نظریں نیچی کرو، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لٹی پٹی اولاد ہے۔'' اے کوفیو! اے غدارو، اے اپنی عہد ووفا کا پاس نہ رکھنے والو، اللہ تمہاری ناکوں کو خاک آلود کرے اور اللہ تمہیں ایسے ہی روتا رکھے، تم نے اسی عورت کی طرح معاملہ کیا کہ جو سوت کاتتی ہے اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ضائع کر دیتی ہے۔ تم نے میرے بھائی کو خود ہی بلایا، اس کی بیعت کی اور پھر خود ہی اس سے دھوکہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ تمہارے دلوں میں کینہ، بغض، کھوٹ اور دغا بھرا ہوا ہے۔ تمہاری سرشت میں، جھوٹ، خوشامد، دغا اور مکاری رچی بسی ہے۔ تم نے اپنے نامۂ اعمال میں بہت بُرا آگے بھیجا ہے، تم نے جوانانِ جنت کے سردار اور جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر کے قہرِ الٰہی کو آواز دی ہے۔

یاد رکھو اے کوفہ کے لوگو! تم نے ایک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے اللہ کے غضب کو للکارا ہے، اس کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ بے شک تمہارا رب نافرمانوں کے لیے گھات لگائے ہوئے ہے۔'' کوفیوں کی ندامت کا کوئی حال نہ تھا مگر حضرت زینبؓ کے دل پگھلا دینے والے خطبات کو سن کر ان کے اشک رواں ہو جاتے

سے سرنیا کر سکتے تھے۔
فصیح العرب حزلم بن کثیر علیؒ کی بیٹی کی فصیح اللسانی دیکھ کر پکار اٹھا:
”واللہ اے بنت علیؑ! تمہارے بوڑھے سب بوڑھوں، تمہارے جوان سب جوانوں سے، تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے میں کسی سے خوف نہیں کھاتی۔“
واقعہ کربلا میں حضرت زینبؑ کی ذات اقدس محض ایک بہن کی نہیں، صرف ایک ماں کی نہیں، صرف ایک مجاہدہ اور خطیبہ کی نہیں ہے بلکہ زینبؑ نام ہے اس عظیم الشان کردار کا جس نے کربلا میں بیک وقت بہت سے کرداروں کو ایک سانچے میں ڈھالتے ہوئے دین حق کی سربلندی میں ایک عظیم عورت کے لافانی کردار کی تشکیل ہے۔ کربلا میں ہر موڑ پر آپ نے قدم قدم پر مزاحمت کی ایک لاثانی داستان رقم کی ہے۔ انہوں نے اپنی بے مثال شرکت کا ثبوت دیتے ہوئے انسانی تاریخ میں حق کی سربلندی کی خاطر برپا کیے گئے معرکے میں جدوجہد اور سرفروشی کی تاریخ مرتب کی اور اس واقعے کو انقلاب کا استعارہ بنا دیا۔ ستاروں سے کہکشاؤں تک کے اس سفر میں جتنا بڑا کردار حضرت امام حسینؑ کا ہے، اتنا ہی لازوال اور بے مثال کردار جنابہ بنت فاطمہؑ کا بھی ہے۔

ہر دور کے یزید کو شرمسار کرنے والے خطبات

حضرت زینبؑ کے خطبات کوفہ و شام کے درباروں میں لوگوں کو حیدر کرارؑ کی یاد دلاتے رہے اور آج بھی مظلوم لوگوں کی آواز بنے ہوئے مزاحمت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں!
اسیران اہل بیت جب ابن زیاد کے دربار میں پیش کیے گئے تو ابن زیاد نے بڑی نخوت سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ لونڈی نے جواب دیا کہ زینب بنت علیؑ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اللہ نے تمہیں رسوا کر دیا۔ حضرت زینبؑ نے بہت دلیری سے جواب دیا کہ!
”اللہ کا احسان اور حمد ہے جس نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہمیں عزت بخشی، تم فاسق لوگ رسوا ہوئے ہو اور عنقریب جھٹلائے جاؤ گے۔“
ابن زیاد نے پھر ایک نشتر چلایا اور کہا کہ دیکھا تمہارے بھائی اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا۔ حضرت زینبؑ بول اٹھیں:
”اللہ نے انہیں شہادت کا بلند مقام عطا کیا اور عنقریب حشر برپا ہونے والی ہے اور تم سب اللہ رب العالمین کے سامنے تنہا کھڑے ہو گے اور عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تمہارا کیا حشر ہونے والا ہے۔“
ابن زیاد سرکشی میں بدمست ہو کر بولا کہ میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے تو ام المصائب بے اختیار گریہ کرنے لگیں اور فرمایا کہ!

''تم نے ہمیں ہمارے گھروں سے دربدر کیا، ہمارے بوڑھوں کو قتل اور ہمارے جوانوں کو خون میں نہلا دیا، ہماری جڑوں کو اکھاڑ کر تمہارا دل ٹھنڈا ہو گیا نا!''

اس کے بعد وہ امام زین العابدینؓ کی طرف آیا اور کہا کہ اسے کیوں نہیں قتل کیا گیا اور انہیں شہید کرنے کا حکم دیا۔ حضرت زینبؓ شیر کی طرح دھاڑیں کہ مجھے قتل کر کے ہی اس تک پہنچ سکتے ہو اور امام زین العابدینؓ سے چمٹ گئیں۔ اس کے بعد طویل سفر کرا کر اس بے کس و بے خانماں قافلے کو دمشق پہنچایا گیا اور روایت میں آتا ہے کہ تین دن کے بعد یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔

ایک درباری نے فاطمہ بنت حسین کو قبضے میں لینا چاہا تو حضرت زینبؓ تڑپ اٹھیں کہ!

''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے کوئی بھی کسی کو لونڈی نہیں بنا سکتا۔''

اتنے میں حضرت امام حسینؓ کا سرِ مبارک یزید کے دربار میں پیش ہوا! اور وہ بی بی سے کہنے لگا کہ کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر تھا۔ حضرت زینبؓ نے کمال دلیری سے جواب دیا کہ میرا بھائی ٹھیک کہتا تھا۔ یزید نے کہا کہ تمہارے آباؤ اجداد تو میرے آباؤ اجداد سے بہتر تھے مگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی کے لیے تو سب کو معلوم ہو گیا کہ اللہ نے کس کے حق میں فیصلہ دیا۔

اس پر بی بیؓ نے جو قرآن کی عالمہ تھیں۔ آیاتِ الٰہی سے بھرپور ایک ایسا خطبہ دیا جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے بڑی شجاعت و شہامت کے ساتھ اپنے خاندان اور مادرِ گرامی حضرت فاطمہ الزہراؓ کی اولاد ہونے کا فخریہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ!

''اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے پیغمبرؐ کے ذریعے ہمیں شرف و کمال عطا کیا اور ہر طرح کے نجس و ناپاکی سے ہمیں پاک اور پاکیزہ رکھا''۔ اے یزید تیری یہ عیش و عشرت کی زندگی جلد ختم ہونے والی ہے اور تیری یہ بادہ نوشی و مدہوشی عارضی اور چند روزہ ہے۔ عنقریب میرا رب تجھ سے کڑا حساب لینے والا ہے۔ یہ دنیا اور اس کی چند روزہ زندگی گناہگاروں کی رسی دراز کرتی ہے کہ وہ اپنے نامۂ اعمال میں کچھ اور گناہ بھر لیں اور اپنے لیے زیادہ عذاب جمع کریں۔

کربلا کی شیر دل بی بیؓ نے بارہا اپنے خطبوں میں یزید و ابن زیاد کو ذلیل و خوار کیا اور ان کی کھل کر مذمت کی اور ان کی قرآن کے احکام سے دشمنی کو آشکار کیا اور ایک جگہ فرمایا:

''اے یزید! اگر مصائب اور آلام نے ہمیں اس منزل پر لا کھڑا نہ کیا ہوتا تو میں کبھی تجھ سے بات نہ کرتی۔ میں تیری ظاہری رعب و داب کو تیری حقیقی حالت سے بہت زیادہ پست سمجھتی ہوں۔ میں آج مجبوراً تم سے مخاطب ہوں مگر میرا اللہ ہمیں زیادہ عرصے تک اس حالت میں نہ رکھے گا۔ ہمارے مقاصد ضائع نہ ہوں گے اور تو اپنے کیے پر جلد پچھتائے گا۔ تیرے کارندوں نے آلِ رسولؐ کو بے دردی سے ذبح کیا ہے اور اہلِ بیت کی بے حرمتی کی ہے مگر ہم جلد ہی اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اُن مصائب کو بیان کریں گے جو تو نے ہم پر روا رکھے۔ وہاں ظالموں

سے بدلہ لیا جائے گا۔ حسینؓ اور اس کے ساتھی شہید ہیں اور شہید مرتے نہیں، زندہ ہوتے ہیں۔ میرا منصف مالک رب عنقریب تمہارے لیے یوم حساب برپا کرے گا اور وہ ہمارا بدلہ لے گا، وہی ہمارا امیدوں کا مرکز ہے اور اسی کے سامنے اپنی درماندگی کی فریاد لے کر حاضر ہیں۔''

علیؓ فاتح خیبر کی بیٹی کی گونجدار آواز کے اس خطبے نے سب درباریوں کو دہلا کر رکھ دیا اور یزید نے خوفزدہ ہو کر خواتین کے اس قافلے کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ قافلہ کی حفاظت پر مامور کیے گئے۔

لٹے پٹے قافلے منزل کی تلاش میں

جب قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا تو حضرت زینبؓ نے فرمایا ''محملوں پر کالی چادروں کا پردہ ڈال دو کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ زہراؓ کی خستہ حال اولاد جا رہی ہے۔''

کربلا کے راستے میں بزرگ صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور بنو ہاشم کے کچھ سرداروں کو دیکھا تو فرط الم سے پکار اٹھیں۔ ''اے بنو ہاشم تمہارے چاند کا ٹکڑا چلا گیا۔ اے میرے ناناؐ کے ساتھیو!'' آپ نے جس بچے کو کبھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھوں پر دیکھا تھا اس کے مبارک جسم کو گھوڑوں کی سموں تلے روند ڈالا گیا۔''

رنج والم سے بھرپور اور گریہ کرتے ہوئے یہ خواتین مدینہ منورہ پہنچیں تو فاطمۃ الزہرا کی پھول کلیوں نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو اپنی چوڑیاں عوض میں پیش کیں اور وہ اشک بار ہو گئے کہ میرا اجر ضائع نہ کریں۔ پورا مدینہ بی بی اور اس دلفگار قافلے کی دلجوئی کے لیے اُمڈ آیا تھا۔ روضۂ رسولؐ پر حاضری ہو کر بی بی زینبؓ کی گریہ وزاری سے سب لوگ آہ وزاری سے رونے لگے۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضری دی اور فرمایا ''ہمارے شفیق نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کو آپ کے شہزادے کے قتل کی خبر لائی ہوں۔ آپ کی اولاد کو قیدیوں کی طرح کوفہ اور دمشق میں پھرایا گیا ہے۔''

حضرت زینبؓ کے ان الفاظ نے سب کو درد سے بے قرار کر دیا اور وہ سب کو صبر کی تلقین کرنے لگیں اور فرمایا: ''یزید یہ جان لے کہ دنیا کی زندگی بہت ہی مختصر ہے اور یہ دولت اور عیش وعشرت کی زندگی اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح ہماری دنیوی مصیبتیں اور مشکلیں ختم ہو جائیں گی۔ کامیابی وکامرانی ہمارے قدم چومے گی کیونکہ ہم حق کے راستے پر گامزن ہیں۔''

جنت کی مسافر

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بی بی زینبؑ نے اپنے بھائی کا حسینی پیغام دنیا کی یزیدی قوتوں کے خلاف زور وشور سے دنیاوالوں تک پہنچایا اور اپنی خداداد فصاحت وبلاغت کے دریا بہادیئے۔وہ مزاحمت کا علم بلند رکھے ہوئے تھیں اور ڈیڑھ سال بعد ہی جنت کی یہ مسافر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔

ان کی آخری آرام گاہ کے بارے میں تین روایتیں ہیں کہ ایک روایت کے مطابق وہ مدینہ منورہ میں تھیں جب داعی اجل کو لبیک کہا۔ایک اور روایت کے مطابق وہ مدینہ منورہ میں اپنی فصیح البیانی کی وجہ سے بہت مشہور ہوگئیں تھیں اور یزید کو یہ ڈر لاحق ہوگیا کہ لوگ ان کے خلاف اٹھ نہ کھڑے ہوجائیں تو انہیں حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ چھوڑ دیں۔ پہلے تو وہ راضی نہ ہوئیں مگر پھر کچھ بڑوں کے سمجھانے بجھانے سے اپنی قرابتدار خواتین کو لے کر مصر چلی گئیں۔وہاں کے گورنر حضرت مسلمہ بن مخلد انصاریؓ نے ان کی بڑی تکریم کی اور وہ وہیں پر انتقال کر گئیں۔

اور ایک تیسری روایت کے مطابق حضرت بی بی زینبؑ اپنے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کے ساتھ شام چلی گئیں۔دمشق کے پاس حضرت عبداللہؓ کی کچھ زمینیں تھیں وہاں پہنچنے کے بعد بیمار ہوگئیں اور وہیں رحلت فرمائی۔ان کا شام کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

حضرت زینبؑ حقیقی معنوں میں زین اب یعنی باپ کی خوبصورتی اور زینت اور فخر تو تھیں ہی مگر وہ ایک فرد نہیں بلکہ اپنے پاکیزہ وجود میں ایک عظیم کائنات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔وہ ایک ایسی پاکیزہ ہستی تھیں جن سے اُمت کی بیٹیاں جرأت وشجاعت کا پرچم بلند رکھنے کا درس سیکھتی رہیں گی۔صبر واستقامت کا کوہ گراں تھیں، دنیا بھر کی حریت پسند عورتوں کے لیے مینارۂ نور ہیں اور انقلاب کربلا کا علم اٹھائے ہمیشہ حق وباطل کے معرکہ میں حق کا ساتھ دینے کا سبق سکھاتی رہیں گی۔عقیلہ بنی ہاشم کی سیرت آنے والے زمانوں میں باطل کو چیلنج کرنے اور باطل کے خلاف مزاحمت اور ڈٹ جانے کا پیغام ہے۔سیّدہ کی یہ مبارک زندگی ہمارے لیے نمونہ عمل ہے کہ ہم اس سے روشنی کشید کرکے اپنے خوابیدہ شعور کو آگہی سے منور کرسکیں۔اور اپنی بیٹیوں کو یہ بھولے ہوئے اسباق تازہ کرا کر منزل کی طرف بڑھانے کا حوصلہ دلاسکیں۔حق وباطل اور کرب وبلا کا دور آج بھی برپا ہے۔آئیں ہم یہ سبق تازہ کرلیں۔

آیات حق کی چھاؤں میں عصمت کا پھول تھیں۔

زینب کہیں علی تھیں کہیں پر بتولؑ تھیں
اسلام کا سرمایۂ تسکین ہے زینبؑ
ایمان کا سلجھا ہوا آئین ہے زینبؑ
حیدر کے خدو خال کی تزئین ہے زینبؑ
تطہیر میں زہراؑ ہے تیور میں علیؑ ہے

(محسن نقوی)

نوٹ:اس کتابچے کی تیاری میں طالب ہاشمی کی کتاب سیرت فاطمۃ الزہراؑ اور تذکار صحابیات سے مدد لی گئی ہے۔

خانوادۂ نبوت کی خواتین

عورت رب رحمن کی اک حسین تخلیق جسے زمانے نے ہمیشہ مجبور اور محکوم سمجھا۔ کائنات میں دیگر موجود اشیاء کی طرح ایک شے جانا۔ کسی تہذیب میں کھلونے کی طرح سلوک کیا گیا اور کسی میں دیوداسی بنی۔ کسی علاقے میں ترکے میں بٹی اور کسی میں بھیڑ، بکری کی طرح پالی گئی۔ لیکن حضور کا مہربان وجود اس دربدر ٹھوکریں کھاتی اور زندہ درگور ہوتی عورت کے لیے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بن کر اس کی زندگی کے لیے خوشیوں کی نوید لے کر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی پر نظر ڈالیں تو ہمیں عورت اپنے ہر روپ میں بھرپور کردار ادا کرتی نظر آتی ہے۔

☆۔ ان کے والدان کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کا تذکرہ ملتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یاد فرمایا کرتے تھے۔

☆۔ ان کی رضاعی والدہ بی بی حلیمہ سعدیہ کا ذکر خیر ہمیں سیرت کی کتابوں میں تفصیلاً ملتا ہے جبکہ رضاعی والد کا سرسری تذکرہ ہوا ہے۔

☆۔ ان کی رضاعی بہن حضرت شیماؓ کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں۔

☆۔ پھر حضرت خدیجہؓ ان کی زندگی میں آئیں جنہوں نے اپنی وفا اور محبت کی ایسی لازوال داستان رقم کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت تک ان کی یاد میں غمزدہ ہو جایا کرتے تھے۔ پہلی مسلمان خاتون ہونے کا شرف حضرت خدیجہؓ کی وجہ سے ہر مسلمان عورت کا افتخار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ڈھارس اور تسلی دی کہ نبوت کی پہلی گواہ بن کر فخر اور وقار کا مقام حاصل کیا۔ اپنے تن، من اور دھن تینوں کو کار نبوت میں کھپا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد کی نعمت سے سرفراز کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز خانہ کعبہ میں جا کر پڑھی۔

☆۔ ان کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت عائشہؓ تشریف لائیں جن کی ہمہ پہلو تربیت میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی دلچسپی لی اور اُمت کے لیے ایک عظیم قانون ساز اُم المومنین کی صورت گری کی۔ ایک تہائی دین اسی عظیم عالمہ باعمل خاتون کی وجہ سے اُمت کے علم میں آیا۔ بڑے مشکل ادوار میں حضرت عائشہؓ نے اُمت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد نرینہ نہیں عطا کی گئی مگر ان کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے توسط سے ان کی صلبی نسل بھی پروان چڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی بیٹی کی تربیت کی کہ وہ آج خاندان کے ادارے اور امومت کی شان کے حوالے سے دنیائے عالم کی خواتین کی صف میں امام بن کر کھڑی ہیں۔

☆۔ انہوں نے اپنے معاشرے کی دیگر خواتین کی بھی ایسی پذیرائی کی کہ ایک راہ چلتی لونڈی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال جواب کرتی۔ بڑی بوڑھیاں بحث و تمحیص کرتیں۔

☆۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سفر میں کھانا پہنچاتی اور دیگر احوال کی بھی راز داری سے ذمہ داری ادا کرتیں۔

☆۔ سب سے پہلے سرفروشی کا اعزاز بھی ایک عورت حضرت سمیہؓ کو ملا جن کو اسلام کی راہ میں سب سے پہلے شہید کیا گیا۔

☆۔ آج بھی حضرت خدیجہؓ، عائشہؓ اور فاطمہؓ کی بیٹیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں اپنا وہی کردار ادا کر رہی ہیں جو روایات ان راہبر خواتین سے انہیں میراث میں ملی ہیں۔

موجودہ حالات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کے لیے ویسا ہی کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ جنگ اُحد میں حضرت اُم عمارہؓ نے ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اُحد کے دن میں جس طرف دیکھتا تھا۔ اُم عمارہؓ میری حفاظت میں ڈھال کی طرح کھڑی نظر آتیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف محبت نہیں بلکہ ٹوٹ کر عشق کرنا مطلوب ہے کہ فرمایا گیا۔

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے باپ، بیٹے اور سب انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور جس سے محبت اور عشق ہوتا ہے اُسے یاد کیا جاتا ہے اور جسے یاد کیا جاتا ہے اس سے محبت ہو ہی جاتی ہے۔ ہمیں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی اور گم کردہ سنتوں کو بازیاب کر کے اپنی زندگیوں کو طوقوں اور بوجھوں سے نجات دلا کر زنجیروں سے آزاد کرانا ہے کہ وہ ہمارے پاس بھیجے ہی اسی لیے گئے تھے کہ معاشرے میں سکون اور خوشیاں بکھیر دیں، حلال اور پاکیزہ چیزوں کو رواج دے کر حرام اور خبیث اشیاء کو ہماری زندگیوں سے نکال باہر کریں آسانیاں پیدا کریں اور مشکلات اور تنگی سے نجات دلا دیں اور خوشخبریاں بانٹیں اور نفرتوں کو ختم کر دیں۔ قرآن کریم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا سب سے خوبصورت ذریعہ ہے اور اسی لیے نعرے کے گرد اکٹھا ہونا ہے۔

آزادی کے تین نشان　　　اللہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن

یہی محبت اُمت کی شیرازہ بندی کا ذریعہ ہے۔ نفسانفسی، مادہ پرستی، وطن پرستی اور عصبیت کے اس پرفتن دور میں اُمت کے متحد ہونے کی صورت یہی محبت ہے۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت کرو کہ محبت عشق میں اور عشق دیوانگی میں بدل جائے اور جب انسان اس مقام پر پہنچ جائے تو وہ دنیا میں بڑے سے بڑا کام سرانجام دے سکتا ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے پریشاں حال دیوانے   سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

اگرچہ آج مسلمان عورت کو چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آ رہی ہے۔ ہم اُمت کے زوال کے بدنصیب دور میں رہ رہے ہیں مگر اللہ نے قرآن میں وعدہ کیا ہے اور اس سے سچی بات کس کی ہوسکتی ہے کہ!

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (۹:۳۲)

یہ کافر لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا۔ اگرچہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا اتمام کرنا ہی کرنا ہے۔ ہم ایمان بالغیب پر یقین رکھنے والے لوگ ہی ہمیں یقین ہے کہ جب اس کی ''کُن'' کا حکم آ جاتا ہے تو سب زمینی حقائق زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی دو مثالیں سورج اور چاند کائنات میں روزانہ یہ پیغام دیتی ہیں کہ ہماری ایک کرن کو پھیلنے سے تو روک نہیں سکتے کجا کہ اللہ کے نور کو بجھا دو؟؟؟

اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت اور عقیدت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی سب سے بڑی سنت کو زندہ کریں اور وہ ہے کہ ان کے لائے ہوئے دین، ان کے کلمے کا جھنڈا اور علم سربلند کرنا۔ دین اور دنیا کے اس فرق کو اُسی طرح مٹا دیں، جس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا تھا۔ انہوں نے دین کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کا سلیقہ کہا تھا۔ انہوں نے حرا کی خلوت سے اپنی فکر کی آبیاری کی اور اتر کر قوم، حکومت اور آئین بنایا یہی ہماری سیاست ہے۔ یہی ہمارا دین ہے کیونکہ یہ سنت نبوی ہے۔ اسلام کی دشمن قوتوں نے دین اور دنیا کو الگ الگ کرنے اور مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کر کے اُن کی قوت کو خاک میں ملانے کی گھناؤنی سازش تیار کی اور اُمت کے بالادست طبقے کی اکثریت کو اس منصوبے کو نافذ کرنے کا فریضہ سونپا مگر الحمدللہ شرق و غرب سے ایک ایسی اُمت نمودار ہو رہی ہے جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنا حرزِ جاں بنالیا ہے انہیں علم ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کو اصل خطرہ اب سیاسی اور ریڈیکل اسلام سے ہے۔ اس بات کا اشارہ علامہ اقبال اپنی مشہور نظم ابلیس کی مجلس شوریٰ میں بھی کرتے ہیں کہ جب ابلیس اپنے کارندوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ دنیا میں میرے

ابلیسی نظام کو سب سے بڑا خطرہ اس سے ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کہیں زمانے کو پھر سے آشکار نہ ہو جائے۔ کہ جو عورتوں کی محافظ اور مردوں کی غیرت و شجاعت کو زندہ کرتی ہے۔

الحذر آئین پیغمبر سے سوبار الحذر
حافظ ناموسِ زن، مرد آزما مرد آفرین

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان لوگوں کے منہ بند کیے جائیں جو اسلام دشمن قوتوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی عداوت میں کبھی توہین رسالت قانون کے ختم کرنے کی بات کرتے ہیں، کبھی حدود اللہ ختم کرنے کی سازش کرتے ہیں، کبھی نظام تعلیم سے جہاد کے اسباق کو خارج کرتے ہیں۔ کبھی اس مسلک کی نظریاتی اساس پر تیشہ چلا کر اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے ناپاک منصوبے بناتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اُمیدوار خدیجہؓ، عائشہؓ اور فاطمہؓ کی بیٹیوں کے عزائم بھی کسی سے ڈھکے چھپے نہیں جو ایک نئے عزم سے اسلاف سے، اپنی روایات سے اور اپنی تہذیبی قدروں سے مضبوطی سے رشتہ جوڑتے ہوئے میدان عمل میں کھڑی ہیں کہ مثل اُم عمارہؓ کی صورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کی سنت اور سیرت کی حفاظت کے لیے ہر دم مستعد اور تیار رہنا ہے اور ایک ایسی نسل کی آبیاری کے لیے خاندان کے ادارے کو تحفظ بھی فراہم کرنا ہے جو اچھے اور پُرسکون معاشرے اور اقوام کی صورت گری کر سکے تا کہ دنیا میں اللہ کا دین قائم ہو سکے اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امیدوار بن کر اللہ رب العالمین کی رضا سے سرفراز ہو سکیں۔

دورِ نبوی میں عورت کا کردار

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران ۳:۱۶۴)

ترجمہ: ’’یقیناً اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ انہیں میں سے ایک اپنے رسول کو اُن کے پاس بھیجا جو اللہ کی آیات انہیں سناتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے قبل وہ صریح گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے۔‘‘

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احسانِ عظیم عورتوں پر کیا ہے کہ جب عورت ذلت اور پستی کی آخری حد تک پہنچ چکی تھی اس کے وجود کو گوارا کرنے سے بھی انکار کیا جا رہا تھا تو نبی رحمت تشریف لائے اور جہاں پوری قوم کو آگ کے گڑھے سے بچایا وہاں عورت کو بھی اس گڑھے سے نکالا اور ’’زندہ گاڑی‘‘ جانے والی عورت بے شمار حقوق کی مالک بن بیٹھی۔ ’’عورت کو ’’عورت‘‘ رکھ کر ہی عزت کا مقام دیا، اسے مرد نہیں بنایا۔ اُس پر سے وہ بوجھ اُتارے جو اُس پر روایتی اور

جاہلی معاشرے نے لادے ہوئے تھے اور اُن سنہری زنجیروں سے آزاد کیا جس میں وہ جکڑی ہوئی تھی۔

انسانوں میں حضورؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف ایک عورت کو حاصل ہوا۔ خاندان نبوت اسی پہلی مسلمان خاتون سے آراستہ ہوا۔ نبوت کی پشتی بانی اس عظیم خاتون نے کس محبت اور حوصلے سے کی وہ اسلامی تاریخ کا درخشاں باب اول بن کر جگمگا رہا ہے۔ پہلی وحی کے جلیل القدر لمحات کے بوجھ سے لرزاں و ترساں حضورؐ جب حضرت خدیجہؓ جیسی مہربان بیوی کے پاس پہنچتے ہیں تو آپ انہیں شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کر کے آپ کو تسلی دیتی ہیں کہ "آپ تو شاندار صفات کے حامل ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، یتیموں کی سر پرستی کرتے ہیں۔ اللہ آپ کو ضائع نہ کرے گا۔"

اور نہ صرف یہ کہ تسلی دیتی ہیں بلکہ نبوت کے عظیم انقلاب کو برپا کرنے کے لیے عورت اور مرد کی معاونت اور رفاقت کا خوبصورت منظر بھی پیش کرنے کے لیے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل جو کہ ایک عیسائی عالم تھے، کے پاس لے جاتی ہیں جو اُن پر وارد ہونے والے لمحات کا سن کر اُن کی تصدیق کرتے ہیں۔

"کہ یہ تو وہی ناموس ہے جو آپؐ سے پہلے حضرت موسیٰ پر اُترا تھا۔ اے کاش کہ میں اس زمانے تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔"

اس گفتگو کے بعد حضرت خدیجہؓ کو یقین کامل ہو گیا کہ حضورؐ منصب رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ بلا تامل حضورؐ پر ایمان لے آئیں اور سب سے پہلی مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ نکاح سے پہلے حضورؐ کے ساتھ تجارت کرنا اور کامیاب تاجروں کی فہرست میں ممتاز مقام حاصل کرنا۔ قرآن کریم کی اس آیت کا عملی ثبوت ہے کہ!

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (النساء۴:۳۲)

ترجمہ: "مردوں کا اُن کی کمائی میں حق ہے اور عورتوں کا اُن کی کمائی میں حق ہے۔"

پھر حضورؐ کی امانت و دیانت اور اچھے اخلاق سے متاثر ہو کر اُن کو نکاح کا پیغام دینا عورت کے ایک دوسرے حق کی طرف اشارہ ہے کہ شادی میں اُس کی رضا مندی کا پورا خیال رکھا جائے گا اور عورت اور مرد کے تعلقات کی ایک شائستہ حد بندی جو کہ نکاح کی صورت میں ہر معاشرے میں موجود ہے، عورت کے کردار کو مدنظر رکھا جائے گا۔

حضورؐ کے عظیم مشن کو پورا کرنے کے لیے حضرت خدیجہؓ نے اپنا تن، اپنا من، اپنا دھن تینوں پیش کر دیئے اور وفا و محبت کے لازوال جذبوں سے اسلام کے ننھے پودے کی آبیاری کی۔ حضورؐ بڑے شاندار الفاظ میں اُن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ!

"مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہ ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اُس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اُس نے اپنا

CamScanner

مال مجھ پر قربان کر دیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے اُس کے ہاں سے مجھے اولاد دی۔''

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کا کردار دیکھیں تو وہ ہمیں علمی کمالات، دینی خدمات اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کے نشر واشاعت کے اعتبار سے صف اول کے علماء میں نظر آتی ہیں۔ ایک تہائی دین کے حاصل کرنے کے لیے ہم حضرت عائشہؓ کے ممنون احسان ہیں۔ 2200 احادیث آپؓ سے مروی ہیں۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ آپ سے علم حاصل کرتے اور مسائل کا حل سمجھنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ ہم نے عائشہؓ سے زیادہ بلیغ، فصیح اور زیادہ تیز فہم کوئی خطیب نہیں دیکھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا حل اور علم حضرت عائشہؓ کے پاس نہ ہو۔

ایک سفر میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا اور ان کی وجہ سے حجاب، قذف نماز فجر کی قضا اور تیمم کے احکام نازل ہوئے۔ حضرت اُسید بن حضیرؓ نے اس کو حضرت عائشہؓ کی بڑی فضیلت سمجھا ہے اور اُن سے مخاطب ہو کر کہا! ''اُم المؤمنین خدا آپ کو جزائے خیر دے، آپ کو کوئی حادثہ ایسا پیش نہ آیا جس سے خدا نے آپ کو نکلنے کا راستہ نہیں بتایا اور مسلمانوں کے لیے وہ ایک برکت بن گیا۔''

فقہاء اسلام میں حضرت عائشہؓ کا ممتاز مقام ہے۔ آج کے جج بھی اس عظیم قانون ساز خاتون کی 2200 سے زیادہ روایت شدہ احادیث پر فیصلے کرتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب سب صحابہ کرامؓ آپ کے فیصلوں پر دل شکستہ تھے اور پوری نبوی زندگی میں یہ واحد موقع تھا کہ صحابہ کرامؓ اس فیصلے پر عمل درآمد میں تھوڑے تامل کا شکار تھے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے حضورؐ کو مشورہ دیا کہ آپ احرام اُتار دیں اور قربانی کر لیں۔ یہ باقی لوگ خود بخود آپؐ کی پیروی کریں گے اور اس عظیم خاتون کی مدبرانہ سوچ اور صائب مشورے نے حضورؐ کو ایک مشکل وقت میں صحیح فیصلہ کرنے میں مدد دی۔

حضورؐ پر متشرقین تعدد ازدواج (Polygamy) کا ناروا الزام لگاتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی جوانی میں جب وہ صرف 25 سال کے جوان تھے، اپنے سے 15 سال عمر میں بڑی خاتون سے شادی کی اور حضرت خدیجہؓ کے ساتھ 25 سالہ ازدواجی زندگی میں دوسری شادی نہ کی اور اُن کے وصال کے بعد جب آپؐ کی عمر مبارک 50 برس تھی۔ آپؐ نے عورت کے مختلف النوع مسائل اور اُن کے حل اور اُن کے لیے کامیاب نظامِ زندگی کو وضع کرنے کی خاطر مختلف قبیلوں اور مختلف عمروں اور مزاجوں کی حامل خواتین سے نکاح کیے تا کہ اُمت کا یہ حصہ زندگی کے کسی بھی گوشے میں ہدایت ورہنمائی سے محروم نہ رہے۔

حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے 4 بیٹیوں سے بھی نوازا اور 3 بڑی بیٹیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ آپ کی زندگی مبارک میں ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں اور آپ کی کیفیات سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ نہایت ہی شفیق باپ کی طرح غمزدہ آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوتا تھا اور سب

سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا جس کے متعلق اقبال فرماتے ہیں۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز   از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز!

حضرت فاطمۃ الزہراؓ ایک آئیڈیل رہبر خاتون کی شکل میں آج کی مسلمان خواتین کے لیے رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے اُس ماں کی آغوش میں تربیت پائی جن کو سابقون الاولون کا اعزاز حاصل ہے۔ اُس عظیم المرتبت باپؐ کے سایہ شفقت میں زندگی گزاری جن پر ایمان اور جن سے محبت ہی ہماری نجات کا ذریعہ ہے اور اُس ذات مبارک کے لیے رحمت نہیں جو خود رحمۃ للعلمین تھے اور اس علی حیدر کے لیے نصف ایمان کا ذریعہ بنیں جو اولین ایمان لانے والوں میں سے تھے اور ان نوجوانوں کے لیے ان کے قدموں تلے جنت بچھائی گئی جو خود جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اُس عظیم انسان کی زوجیت میں آئیں جنہیں حضورؐ نے اپنے وجود کا حصہ اور اللہ کی تلوار قرار دیا ہے اور سیّد الشہداء کی ماں کا اعزاز حاصل کیا۔ جن کے خون کی روشنی سے قیامت تک نوجوان جبر واستبداد کی تاریکی سے لڑ کر منزل کا نشان پاتے رہیں گے۔ یعنی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو جس روپ میں بھی دیکھیں وہی روپ ایک امتیازی نشان لیے ہوئے نظر آتا ہے۔ ابھی کمسن ہی تھیں کہ اُنہیں خبر ملی کہ حضورؐ پر کسی نے اوجھڑی کا گند ڈال دیا ہے۔ دوڑی دوڑی آئیں اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے وہ گند صاف کرتی جاتیں اور ساتھ ساتھ روتی جاتیں۔ جنگ اُحد میں بھی جب آپؐ کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی تو دیوانہ وار میدانِ جنگ تک پہنچیں اور حضورؐ کی مرہم پٹی کی۔

حضرت علیؓ کے عقد میں آئیں تو کبھی بھی کسی ناز ونخرے کا اظہار نہ کیا اور نہ کسی مطالبے پر اپنے عظیم المرتبت شوہر کو پریشان کیا۔ گھر کے کام کاج اور چکی پینے سے ہاتھوں اور سینے میں گٹے پڑ گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جاؤ اور حضورؐ سے بات کرو۔ مسجد نبویؐ میں لونڈیاں اور غلام آئے ہوئے ہیں۔ تم بھی بات کرلو۔ وہ حضورؐ کے پاس آئیں مگر حیا سے خاموش رہیں۔ حضورؐ نے نہایت شفقت سے دریافت کیا کہ جان پدر کیا بات ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے اپنی عرض پیش کی۔ حضورؐ نے لونڈی اور غلام تو نہ دیئے مگر جواب میں وہ عظیم الشان تسبیح پیش کی جس کو تسبیح فاطمہؓ کہتے ہیں کہ 33، 33 دفعہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور 34 دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے لونڈی غلاموں سے بہتر ہے۔ حضورؐ نے ایک دفعہ پوچھا کہ اے فاطمہ ایک مسلمان عورت کی سب سے بڑی صفت کیا ہونی چاہیے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ ''ابا جان'' عورت کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے اور اولاد پر شفقت کرے۔ اپنی نگاہ نیچی رکھے، اپنی زینت کو چھپائے اور نہ خود کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اُس کو دیکھنے پائے۔'' حضورؐ یہ جواب سن کر بہت ہی مسرور ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ بیمار تھیں۔ لیکن رات بھر ذکر خدا میں مصروف رہیں۔ صبح نماز سے فارغ ہوئیں تو چکی پیسنے لگیں۔ حضرت علیؓ نے ٹوکا کہ کیوں اے رسول خداؐ کی بیٹی اتنی مشقت کرتی ہو؟ تھوڑا آرام کرلیا کرو، زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے بڑا ہی پیارا جواب دیا۔ ''نماز اپنے رب کے لیے پڑھتی ہوں

،چکی تیرے لیے پیستی ہوں یا اپنے رب کو راضی کرتے کرتے مرجاؤں یا تجھے راضی کرتے کرتے۔ اس سے بڑی خوش قسمتی میرے لیے اور کیا ہوگی۔''

ماں کے کردار میں حضرت فاطمہؓ پر نظر ڈالیں تو انہوں نے اپنے بچوں کی ایسی تربیت کی کہ انہوں نے سعادت کی زندگی گزاری اور شہادت کی موت اُن کا نصیب ہوئی۔ تا ابد مسلمان سیّد الشہداء حضرت امام حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کی یاد سے بھی بے قرار رہیں گے اور عورت کا عظیم کردار کو بھی یاد کرتے رہیں گے جو کربلا کے میدان میں اُبھر کر سامنے آیا ہے۔

''بقول ڈاکٹر علی شریعتی کہ شہادت حق کے لیے عملی کردار دو ہی ہیں۔ یا تو وہ حضرت امام حسینؓ کی طرح جان جانِ آفریں کے سپرد کردے یا حضرت زینبؓ کی طرح شہید کے پیغام کو دنیا تک پہنچا کر اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ سرانجام دے۔'' خاتون کربلا حضرت زینبؓ نے اپنے عبرت انگیز اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور خطبوں سے اہل کوفہ اور یزید اور زیاد کے درباریوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اُنہوں نے یزید کے دربار میں درد انگیز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اے یزید! گردشِ افلاک اور ہجومِ آفات نے مجھے تجھ سے مخاطب ہونے پر مجبور کردیا! یاد رکھ رب العزت ہم کو زیادہ عرصے تک اس حال میں نہ رکھے گا۔ ہمارے مقاصد کو ضائع نہ کرے گا۔ تو نے ہمیں نہیں اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہم عنقریب اپنے نانا کے حضور حاضر ہو کر ان مصائب کو بیان کریں گے جو تیرے ہاتھوں ہمیں پہنچے۔ وہاں ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا، حسینؓ اور اُن کے ساتھی مرے نہیں بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور وہی اُن کے لیے کافی ہے۔ حیدر کرارؓ کی بیٹی کی گرج آج بھی اُمت مسلمہ کی بیٹیوں کو یہ سبق یاد دلاتی ہے کہ کبھی بھی یزیدی قوتوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالنا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

آج پھر اُمت مسلمہ کو معرکہ کربلا درپیش ہے اور حضورؐ کی لٹی پٹی اُمت کو پھر حضرت زینبؓ جیسے کرداروں کی ضرورت ہے کہ وہ اس لٹے ہوئے قافلے کو ٹھکانے لگا دیں۔ سخاوت، ایثار، خیر خواہی، محبت، حیا اور وفا کے انفرادی جذبات ہوں یا سیاست، معاشرت، معیشت، علم اور قانون جیسے اجتماعی ادارے، خانوادۂ رسولؐ ہر جگہ پیش پیش رہا اور قیامت تک اُمت کی عورتوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت زینبؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو مسلم عورتوں کی صحیح رہبر و رہنما ہیں۔ کل بھی، آج بھی اور آنے والے کل کے لیے بھی۔

Follow Khadija, Ayesha, Fatima

The True leaders of Muslim Women

Yesterday, Today and towmorrow

CamScanner

کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند مناظر

مرض الموت میں حضرت اُم حبیبہؓ نے حضرت عائشہؓ کو بلوا بھیجا وہ آئیں تو حضرت اُم حبیبہؓ نے کہا: سوکنوں میں کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے اگر کچھ ہوا ہو تو خدا ہم دونوں کو معاف کرے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ''خدا سب کو معاف اور اس سے تم کو بری کرے''۔ حضرت اُم حبیبہؓ نے کہا، تم نے مجھے اس وقت مسرور کیا، خدا تم کو بھی خوش رکھے''۔

★...★...★

حضرت صفیہؓ کو کھانا پکانے کا خاص سلیقہ تھا، خود حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان سے بہتر کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا، ایک دن دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا پکایا، حضرت صفیہؓ کا کھانا جلد تیار ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تھے، انہوں نے وہیں ایک لونڈی کے ہاتھ کھانا بھجوا دیا، حضرت عائشہؓ اپنی محبت کی بربادی کو دیکھ کر جھنجلا اٹھیں اور ایک ایسا ہاتھ مارا کہ لونڈی کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ کر گر پڑا، اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، آپ خاموشی کے ساتھ پیالہ کے ٹکڑوں کو چننے لگے، اور خادمہ سے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غصہ آ گیا''۔ چند لمحوں کے بعد حضرت عائشہؓ کو اپنے فعل پر خود ندامت ہوئی، عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس جرم کا کیا کفارہ ہو سکتا ہے، آپؐ نے فرمایا، ایسا ہی پیالہ اور ایسا ہی کھانا، چنانچہ نیا پیالہ ان کو واپس کیا گیا۔

★...★...★

''ایک دفعہ حضرت زینبؓ نے حضرت صفیہؓ کو یہودیہ کہہ دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ناراض ہو گئے اور دو مہینے تک ان سے کلام نہ کیا، آخر وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں کہ تم بیچ میں پڑ کر میرا قصور معاف کرا دو، انہوں نے خاص اس غرض سے اہتمام کے ساتھ بناؤ سنگھار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو اس سلیقہ سے گفتگو کی کہ معاملہ رفت و گزاشت ہو گیا''۔

حضرت خدیجہؓ نے جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر میں آتے دیکھا تو سارے کام چھوڑ کر دروازے پر ان کا استقبال کیا آگے بڑھ کر محبت سے ان کے ہاتھ تھام کر انہیں اندر لائیں اور بولیں:

''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کے لیے یہ سب کچھ کبھی نہ کرتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ پیغمبر ہیں جن کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس مقام تک پہنچ جائیں تو مجھے اپنے دل سے بھلا نہ دیجیے گا اور میرے لیے اللہ سے دعا کیجیے گا۔

حضرت خدیجہؓ کے محبت و عقیدت میں ڈوبے الفاظ سن کر نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''خدا کی قسم! اگر میں وہی شخص ہوں تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی آپ کو نہ بھلاؤں گا۔ آپ نے میری خاطر بہت قربانیاں دی ہیں''۔
کیا خوبصورت عمل ہے؟
ایک اطاعت شعار بیوی کی کیا ہی خوبصورت خواہش ہے؟
اور پھر کیا سچا وعدہ ہے میرے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا؟
سبحان اللہ

خدیجہؓ کی بیٹیوں کے لیے کتنا پیارا سبق ہے کہ گھر میں داخل ہونے والے شوہر کا استقبال کیسے کرنا ہے؟ کیسے اچھے جملوں سے اس کی توجہ حاصل کرنی ہے، اور کس طرح ہر موقع کو چھوٹی چھوٹی خوشیوں اور تعلق کی مضبوطی کا ذریعہ بنالینا ہے۔

وقت گزرا اور تاریخ گواہ بن گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہؓ کو آخری سانس تک اپنی محبتوں کا مرکز بنائے رکھا۔

وحی کی آمد کے مرحلے اور اماں خدیجہؓ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان اور زمین کے درمیان رابطہ کا ذریعہ بنائے جانے کا پروانہ لے کر غارِ حرا سے نیچے اترے تو خوف اور دہشت کی شدت انہیں اگر کسی پناہ گاہ کی طرف لے آئی تو وہ حضرت خدیجہؓ ہی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوفزدہ اور پریشان گھر پہنچے تو یہی خدیجہؓ تھیں جنہوں نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنبھالا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:
''مجھے کمبل اوڑھا دو''۔

اس بار نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر معمولی طور پر زیادہ دنوں کے بعد واپس لوٹے تھے مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلٹے تو اتنے پریشان تھے کہ جتنے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ شوہر کی پریشانی میں وفا شعار بیوی ہمیشہ کی طرح حوصلہ اور امید کا پہاڑ بن گئیں اور آنے والی صدیوں کے لیے اپنی بیٹیوں کو یہ پیغام دے گئیں کہ شوہر کو اس زندگی کے مشکل مرحلوں میں محبت اور خلوص کے جذبات اور جملوں کی ضرورت ہوتی ہے اسے توجہ اور پیار چاہیے ہوتا ہے ایسے ہر موقع پر خود حوصلہ نہیں کھو دینا ہوتا بلکہ شوہر کا بھی سہارا بننا ہوتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنبھالا اور نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کی روداد سننے کے بعد فرمایا:
''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل نہ ڈریں۔ اللہ آپ کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کرے گا جس سے آپ کو نقصان ہو یہ تو خوفزدہ نہیں خوش ہونے کا مقام ہے''۔
آپؓ نے اور بھی بہت کچھ فرمایا:

مثلاً دیکھیں کہ یہ کتنی خوبصورت بات ہے کہ:
''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو خوشخبری ہو، مستقل مزاج اور ثابت قدم رہیے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس قوم کے نبی ہیں''۔

★...★...★

گھر جنت کیسے؟؟
سیّدہ فاطمہؓ کو سخت بخار ہے۔
رات بھر بے چینی میں گزری ہے۔
حضرت علیؓ بھی جاگ رہے ہیں۔
اپنی عزیز بیوی کی تکلیف پر پریشان ہیں۔
انہیں تسلی اور حوصلہ دے رہے ہیں۔
ساری رات آنکھوں میں کٹی ہے۔
اور پچھلے پہر دونوں ہی کی آنکھ لگ گئی۔
فجر کی اذان سن کر حضرت علیؓ کی آنکھ کھلی، دیکھا سیّدہؓ تو پہلے ہی وضو کر رہی ہیں۔
وہ بھی نماز کے لیے مسجد چلے گئے،
وہ واپس لوٹے کہ بخار میں مبتلا سیّدہؓ کی مزاج پرسی کریں مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سیّدہؓ تو چکی پیس رہی ہیں۔
فاطمہؓ تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا؟ حضرت علیؓ پیار سے بولے:
رات بھر تمہیں بخار رہا، صبح اُٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا، اب چکی پیس رہی ہو۔ خدا نہ کرے زیادہ اور بیمار ہو جاؤ تو؟
ان کی آواز میں خیر خواہی، محبت اور تعلق جھلک رہا تھا۔
سیّدہ فاطمہؓ نے شوہر کی محبت بھری بات سنی اور سر ہلا کر بولیں۔
''اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے کرتے مر بھی جاؤں تو کچھ پرواہ نہیں ہے''۔

CamScanner

میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اللہ کی اطاعت کے لیے چکی پیسی آپ کی اطاعت اور بچوں کی خدمت کے لیے۔''
سبحان اللہ! ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے!
حالات خواہ کچھ بھی ہوں، فاطمہؓ کی بیٹیوں کو اپنے فرائض معلوم ہوتے ہیں، وہ ان کی انجام دہی اپنا فرض سمجھتی ہیں کسی پر احسان نہیں۔
اور حضرت علیؓ کو آئیڈیل ماننے والے شوہر بھی بیوی کی ہر تکلیف کو اپنا درد سمجھتے ہیں، اس کا خیال رکھتے ہیں، اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اپنے عمل سے بھی اور خوبصورت لفظوں سے بھی محبت کا اظہار کرتے ہیں اس لیے کہ محبت اظہار اور عمل مانگتی ہے۔
ایک اور دن بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹیؓ کے گھر پہنچتے ہیں۔

★....★....★

درگزر سب سے بڑھ کر:
پیارا بھانجا عبداللہؓ خالہ ہی کے پاس پل بڑھ کر جوان ہوا تھا۔
اور جو بچہ یوں گھر میں اپنے ہاتھوں میں بڑا ہوا اس سے پیار بھی کچھ زیادہ ہی ہو جاتا ہے۔
اور پھر ہوا یوں کہ بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ نے خالہ کی فیاضی اور فراخ دلی دیکھی تو کہیں کسی سے کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کس طرح روکنا پڑے گا یہ سب کچھ ہی دوسروں پر خرچ کر دیتی ہیں۔
خالہ عائشہؓ کو یہ بات کسی نے بتا دی انہیں سخت دکھ ہوا وہ تو اپنے شوہرؐ سے ان کی زندگی میں ہی یہ عہد کر چکی تھیں کہ کبھی ہاتھ نہ روکیں گی، خود کم پر قناعت کی زندگی گزار کر جنتوں میں نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت پائیں گی مگر اب یہ پیارا بھانجا ہی ایسی باتیں کرتا پھرتا ہے۔
خالہ جان بھانجے سے ناراض ہو جاتی ہیں، بولنا بھی چھوڑ دیتی ہیں، غصے میں آئندہ بات نہ کرنے کی قسم کھا لیتی ہیں۔
محبت کرنے والا بھانجاؓ بھلا اپنی عظیم خالہؓ کی ناراضگی کیسے برداشت کر سکتا تھا؟
اب لگا منانے کی کوشش کرنے کبھی کسی سے سفارش، تو کبھی کوئی کوشش۔
مگر خالہ تو سخت ناراض!
ایسے میں ایک دن عبداللہ بن زبیرؓ اپنے دو ننھیالی رشتہ داروں کو ساتھ لے کر جا پہنچے، ان مہمانوں نے حاضری کی اجازت چاہی تو امی عائشہؓ نے بلا لیا۔ خالہؓ جان پردے کے پیچھے تشریف فرما ہوئیں۔ انہیں کیا خبر کہ عبداللہؓ ہی ان کو ساتھ لایا ہے۔ جوں ہی وہ بیٹھے عبداللہؓ جھٹ سے پردے کے اندر جا کر خالہ

سے لپٹ گئے اور رونے لگے اور معافی تلافی کی۔ ادھر ننھیالی بھی معافی کی سفارشیں کرنے لگے۔ بھانجے کے اس محبت بھرے انداز نے خالہؓ کا دل نرم کر دیا انہوں نے پیار سے عبداللہؓ کو لپٹا، پیار کیا اور معاف کر دیا اور پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنے کے لیے غلام آزاد کیا، سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ بار بار اس کفارے کے لیے غلام آزاد کرتی رہیں حتیٰ کہ ۴۰ غلام آزاد کر دیئے۔ (رواۃ البخاری، کتاب المناقب، باب الہجرۃ)

یہی نہیں امی عائشہؓ نے واقعہ افک میں بدترین الزام تراشی کرنے والے حسان بن ثابتؓ، سمیت کئی لوگوں کو معاف کر دیا۔ غلطیاں انسانوں سے ہوتی ہیں انہیں معاف کر دینا ہی امی عائشہؓ کی ہدایت اور عمل ہے۔

آسان شادی:

میرے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لا چکے ہیں۔

امی عائشہؓ بھی وہیں موجود ہیں، کئی ماہ گزر چکے ہیں، مکہ سے مدینہ آنے والے صحابہ کرامؓ موسم کی تبدیلی کی وجہ سے طبیعت کی خرابی کا شکار ہیں! امی عائشہؓ بھی متاثر ہیں۔

ایسے میں ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اہلیہ کو گھر لے آیئے۔

مگر ابوبکرؓ میرے پاس تو مہر ادا کرنے کو بھی کچھ نہیں۔ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے ہیں۔

ابوبکرؓ اپنے پیارے دوست پر صدقے واری جاتے ہیں عرض کرتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس جو کچھ ہے حاضر ہے قبول فرمایئے، بلا آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہر کی رقم ان سے قرض کے طور پر لے کر حضرت عائشہؓ کو بھجوا دیتے ہیں۔ ہجرت کے مشکل دن میں، مدینہ کی چھوٹی سی بستی مہاجرین کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، ایسے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی مبارک کی خبر سے ایک خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے، انصاری عورتیں اپنے جان سے زیادہ عزیز دولہا کی شادی کا اہتمام کرنے پہلے ہی اُم رومان کے گھر جا پہنچتی ہیں، اُم رومانؓ کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں پیاری بیٹی کا شانہ نبوت سجانے جارہی ہیں، وہ بیٹی کو پیار کرتی ہیں، اس کا منہ دھلاتی اور تیار تیار کر کے مہمانوں کے سامنے لے کر آتی ہیں، انصاری صحابیاتؓ ''خیر و برکت اور اچھے نصیب'' کے خوبصورت استقبالی جملوں کے ساتھ خوش آمدید کہتی ہیں، اتنے میں میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آتے ہیں، نکاح حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ میں اپنے گھر میں ہی پڑھا چکے تھے، اب اس عالم ہجرت میں بیٹی کو رخصت کرنے کا مرحلہ آتا ہے تو اپنے جان سے پیارے دوست کو پیش کرنے کے لیے ان کے پاس بس دودھ کا ایک پیالہ ہے، وہی میرے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے نوش فرماتے ہیں اور

پھر بچا کر اپنی دلہن کی طرف بڑھا دیتے ہیں، وہ شرماتی ہیں حضرت اسماء بنت زید بول اٹھتی ہیں کہ:
''عائشہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفہ ہے اسے واپس نہ کرو''۔
عائشہ پیالہ تھام کر ہونٹوں سے لگا لیتی ہیں۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)
ماحول میں خوشی ہے، مسرت اور سادگی ہے اور قیامت تک اللہ کے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امی عائشہؓ سے محبت کرنے والوں کے لیے خاموش لیکن خوبصورت رہنمائی بھی ہے کہ اپنی شادیوں کو اتنا آسان بنالو کہ وہ بس معمول کی زندگی کے انداز میں تکمیل کو پہنچ جائیں اور کسی بوجھ کا سبب نہ بنیں۔

یہ لمحہ محبت

کہیں سے کھجوری تحفے میں آتی ہیں امی عائشہؓ اس وقت ذرا روٹھی ہوئی ہیں۔
میرے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں ہی کو انہیں منانے کا دلچسپ ذریعہ بنالیتے ہیں۔
محبت سے کھوروں والا برتن امی جان کے سر پر رکھ دیتے اور فرماتے ہیں
''لو عائشہؓ اللہ کا نام لے کر کھالو۔''
پہلے کیا میں ابا کا نام لے کر کھاتی تھیں؟
امی جانؓ مسکراتے ہوئے بے تکلفی سے جواب دیتی ہیں اور کھجوریں کھانا شروع کر دیتی ہیں۔
میرے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اس بات پر مسکراتے رہتے ہیں۔ (مستدرک حاکم)
کیا آئیڈیل بے تکلفی ہے، سادگی ہے، اپنے شوہر پر ناز ہے اور شوہر کی طرف سے ناز برداری، مسرت ہے، خوشی ہے، روٹھنا منانا ہے۔
میرے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم رول ماڈل ہیں یہ ان کی سنتیں ہیں میٹھی میٹھی سنتیں۔
ایک اور دن بابا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹیؓ کے گھر پہنچتے ہیں
دیکھتے ہیں کہ سیدۃ النساءؓ نے اونٹ کی کھال کا لباس پہنا ہوا ہے، اس میں بھی ۱۳ پیوند لگے ہیں، آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں فرماتے ہیں:
''فاطمہ دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر، اللہ تمہیں نیک اجر دے گا''۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نمونۂ کاملہ

رموزِ بےخودی کلیاتِ اقبال

در معنی اینکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء اسوہ کاملہ ایست برای نساء اسلام

اس مضمون کی وضاحت میں کہ سیّدہ النساء فاطمہ الزہراؓ مسلم خواتین کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔

مریمؑ از یک نسبت عیسیٰؑ عزیز	از سہ نسبت حضرت زہراؓ عزیز
نور چشم رحمۃ للعالمینؐ	آن امام اولین و آخرین
آنکہ جان در پیکر گیتی دمید	روزگار تازہ آئین آفرید
بانوی آن تاجدار ہل اتے	مرتضیٰؓ مشکل کشا شیر خدا

حضرت مریمؑ ایک نسبت سے محترم ہے سیّدہ فاطمہ تین نسبتوں سے محترم ہیں۔

ایک یہ وہ جنابِ رسولِؐ پاک جو امام اولین اور آخرین تھے کی صاحبزادی ہیں۔

آپؐ نے زمانے کے پیکر میں نئی روح پھونک دی اور ایک ایسا دور وجود میں لائے جس کا آئین تازہ و جدید ہے۔

جو سیّدنا علی المرتضیٰؓ کی زوجہ محترمہ تھیں، آپؓ سورۃ الدھر جو ھل اتٰی سے شروع ہوتی ہے کی آیت کے مصداق تھے۔

سیّدنا علیؓ کا لقب مشکل کشا اور شیرِ خدا ہے۔

پادشاہ کلبہ ئی ایوان او	یک حسام و یک زرہ سامان او
مادر آن مرکز پرکار عشق	مادر آن کاروان سالار عشق

آن یکی شمع شبستان حرم	حافظ جمعیت خیر الامم
تا نشیند آتش پیکار و کین	پشت پا زد بر سر تاج و نگین

وہ بادشاہ تھے مگر حجرہ ان کا محل تھا اور ان کا سارا سامان ایک تلوار اور ایک زرہ پر مشتمل تھا۔

ان کی تیسری نسبت یہ ہے کہ وہ سیّدنا حسینؓ کی والدہ تھیں، جو پرکارِ عشق کے مرکز اور کاروان عشق کے سالار تھے۔

آپ سیّدنا حسنؓ کی بھی والدہ تھی، جو شبستان حرم کی شمع تھے اور جنہوں نے خیر الامم (امتِ مسلمہ) کے اتحاد کی حفاظت فرمائی۔

انہوں نے حکومت کو ٹھکرا دیا تا کہ امت مسلمہ کے اندر سے خانہ جنگی اور دشمنی کی آگ ختم ہو جائے۔

وان دگر مولای ابرار جہان	قوت بازوی احرار جہان
در نوای زندگی سوز از حسین	اہل حق حریت آموز از حسین

اور وہ دوسرے بھائی دنیا بھر کے نیکوں کے آقا اور احرار کے لیے قوت بازو تھے۔

سیّدنا حسینؓ کے اسوہ سے نوائے زندگی میں سوز پیدا ہوا اور اہل حق نے آپؓ سے حریت کا درس لیا۔

سیرت فرزند ہا از امہات	جوہر صدق و صفا از امہات
مزرع تسلیم را حاصل بتول	مادران را اسوہ کامل بتول
بہر محتاجی دلش آنگونہ سوخت	با یہودی چادر خود را فروخت
نوری و ہم آتشی فرما نبرش	گم رضایش در رضای شوہرش
آن ادب پروردہ صبر و رضا	آسیا گردان و لب قرآن سرا

مائیں بیٹوں کی سیرت و کردار بناتی ہیں اور انہیں صدق وصفا کا جوہر عطا کرتی ہیں۔

سیّدنا فاطمہؓ تسلیم ورضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔
ایک مسکین کے لیے آپؓ کا دل اس طرح تڑپا کہ اپنی چادر یہودی کے پاس فروخت کر کے (اس کی مدد کی)۔
آپؓ نے صبر ورضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی، ہاتھ چکی پیستے اور لبوں پر قرآن پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔

گریہ ہای او ز بالین بی نیاز	گوہر افشاندی بدامان نماز
اشک او برچید جبریلؑ از زمین	ہمچو شبنم ریخت بر عرش برین
رشتہ آئین حق زنجیر پاست	پاس فرمان جناب مصطفیٰؐ است
ورنہ گرد تربتش گردیدمی	سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمی

آپؓ کے آنسو تکیے پر کبھی نہ گرے (آپؓ نے تنگی حالات پر کبھی آنسو نہ بہائے)۔
البتہ نماز کے دوران آپؓ کے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکتے تھے۔
جبریلؑ آپؓ کے آنسو سمیٹ لیتے اور انہیں عرش بریں پر شبنم کی طرح ٹپکاتے۔
میری شریعت کے احکام میرے پاؤں کی زنجیر بنے ہوئے ہیں مجھے جناب مصطفیٰؐ کے فرمان کا پاس ہے۔
ورنہ میں سیّدہ فاطمہؓ کی تربت کے گرد طواف کرتا اور ان کی قبر پر سجدہ ریز ہوتا۔

★...★...★

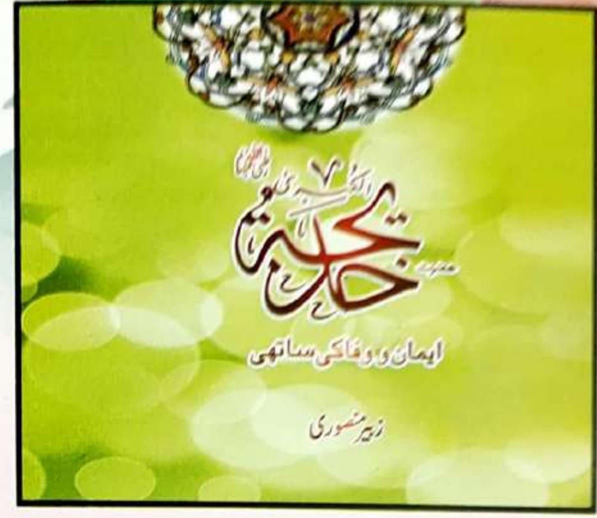

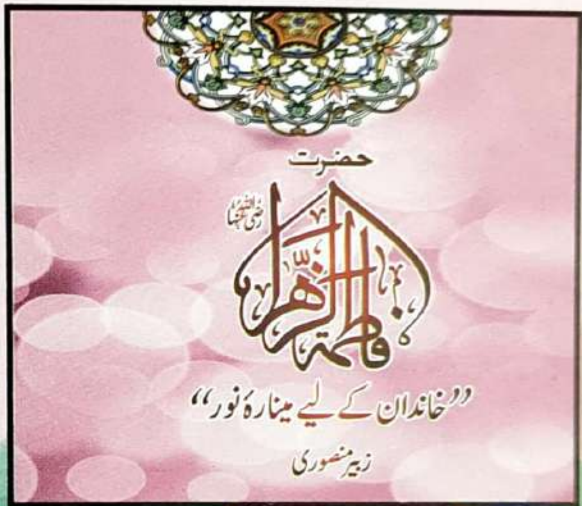

البدر پبلی کیشنز

32-فرسٹ فلور، ہادیہ حلیمہ سنٹر، اُردو بازار، لاہور

Ph: 042-37225030 - 37245030

Mob: 0300-4745729 - 0333-4173066

978-969-400-996-3